حکایۂ لیلے و مجنوں

از

سید سجاد حیدر بی اے (یلدرم)

یہ دلچسپ افسانہ خیالستان سے انتخاب

کر کے مصنف کی اجازت سے شایع کیا جاتا ہے

باہتمام اسحاق علی علوی

مالک و مہتمم

الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا
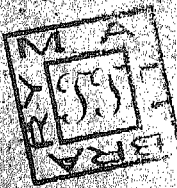
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو زبان کا مکمّل کتب خانہ

اکثر شیدایانِ ملک و ادب کو یہ شکایت کرتے سنتے تھے کہ اردو میں اول تو جملہ علوم و فنون کی کتابیں نہیں ہیں اور پھر بھی یہ ستم ہے کہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی کتابیں شائع ہوتی ہیں انکی فراہمی نہایت دشوار ہے - اور تو اور مشہور مصنفین کی جملہ تصانیف بھی آپ کسی ایک دکان یا شہر میں نہیں خرید سکتے - .... خواجہ الطاف حسین حالی - مولانا نذیر احمد مولوی محمد حسین آزاد - علامہ شبلی نعمانی - نثر اردو کے عناصر اربعہ مانے جاتے ہیں - مگر آپ چاہیں کہ کسی بڑے سے بڑے تاجر کتب کی دوکان پر - یا ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے شہر میں اُن کی جملہ تصانیف یا کم سے کم تمام مشہور کتابیں ہی مل جائیں تو "ایں خیال ست و محال ست و جنون"

گنتی کے چار تو مصنف ہیں جنکی تصانیف کی تعداد سو سے زائد نہیں اور یہ بھی کسی ایک جگہ میسّر نہیں آتیں کوئی اردو کا کتب خانہ کہاں سے قائم کرے

غرضکہ یہ اور اسی قسم کے مایوس کن خیالات دو ایک نہیں بلکہ صدہا تعلیم یافتہ اور علم دوست اصحاب سے سنے تھے جنکی بنا پر مجھے بحیثیت ایک اردو کے ادنیٰ خادم ہونے کے خیال پیدا ہوا کہ جہاں مادری زبان میں جدید تصنیفات و تراجم کی تیاری و اشاعت کے لیے علمی مرکزوں اور مجلسوں کے قیام کی ضرورت ہے - وہاں کم سے کم ملک بھر میں کوئی کارخانہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو اصحاب ذوق و ارباب علم کیلیے ضرورت کے وقت اردو کی تمام اعلیٰ درجہ کی کتابیں فراہم کیا کرے - یہ کام جتنا اہم اور ضروری تھا اتنا آسان نہ تھا تاہم چند سال ہوے کہ خدا کا نام لیکر "الناظر بک ایجنسی" نے اسکے سرانجام کا تہیہ کیا - اور اگرچہ ابھی تک اسکا

قیس، کمرے مین نہایت غمگین حالت مین بیٹھا تھا! میز پر سے
ایک کاغذ کو اٹھاتا تھا، اُسے پڑھتا تھا، پھر رکھ دیتا تھا، پڑھتا تھا،
ٹھنڈا سانس بھرتا تھا، پھر رکھ دیتا تھا۔

یہ لیلےٰ کا مارکونیگرام[1] تھا، جو ابھی ابھی اُسے ملا تھا: "مین کل
موٹر کار پر سیر و سیاحت کی غرض سے ایک ہفتہ کے لیے جاؤنگی؛
ڈاکٹرون کی رائے ہے کہ جنگل کی خشک ہوا، میری صحت کے
لیئے مفید ہوگی۔ خدا حافظ، تمھاری لیلیٰ"

بات یہ تھی کہ قدرت نے۔ اِس ستم ظریف، مرحمت ناشناس
قدرت نے جو ہم سب کو اپنا بازیچہ بنائے ہوئے ہے بیچارے

[1] بغیر تار کی تار برقی۔

قیس عامر کو پھر نجد مین لا بٹھایا تھا؛ مگر کس نجد مین؟ اُس نجد مین نہین جو قیس بھولے؛ سچے قیس کے زمانہ سے لیکر ۱۹۰۰ء تک تھا؛ اُس نجد مین نہین جسمین آجتک قیس کی روح شادان و فرحان پھرتی ہو؛ کیونکہ وہ اب تک نجد ہی مین اپنے زمانے کے صحرا، اپنے زمانے کے ٹیلے، اپنے زمانے کے غزال، اپنے زمانے کی صبا، اپنے زمانے کا ناقہ، اپنے زمانے کے ساربان باقی ہے؛ بلکہ اُس نجد مین جسمین اب ریل تھی، تار تھا، موٹر کار تھی، ٹراموے تھی؛ تہ ریان تھین، مشینین تھین۔

اس نجد مین۔ اس تبدیل شدہ جولانگاہ وحشت مین۔ جس مین اُس نے اپنے عشق اور جنون یا بہ الفاظ دیگر عشق یعنی جنون، یا جنون یعنی عشق کے دن کس آزادی سے کاٹے تھے؛ اب وہ پیدا ہوا تھا، اور وہ ہی اکیلا پیدا نہین ہوا تھا؛ قضا و قدر کو اپنا مذاق پورا کرنا تھا؛ اسلیے عین اُس زمانہ مین لیلیٰ بھی پیدا ہوئی تھی۔

جن صحراؤن مین وہ غزالون کو پکڑ پکڑ کے اُن کی آنکھین چوما کرتا تھا، کیونکہ وہ لیلیٰ کی آنکھون سے مشابہ تھین، اُن صحراؤن مین اب وہ عفریت جو آگ کھاتا ہے اور دھوان اُگلتا ہے، پھنکارین مارتا ہوا دو

بل کھاتا ہوا، رات دن پھرتا تھا، اور ان بھولے لیلی صفت غزالون کو پریشان کیے ہوے تھا۔ اور اب وہ مجنون کے پاس آ نا گیا۔ انسان کی صورت سے بھڑکتے تھے، اور اُس کی کلفت بار ترقیون کی نشانیون سے بھاگتے پھرتے تھے۔ قیس کو قضا و قدر کی طرف سے کبھی کبھی یہ علم ہوجاتا تھا کہ وہ وہی پُرانا قیس ہے۔ اور اُس وقت وہ اُس زمانہ کو یاد کرتا تھا کہ ناقے کے پیچھے دوڑا دوڑا جا رہا ہے۔ محمل مین لیلی ہے! نہین بھی، تو بھی یہ خیال اُس کے دل کو خوش کر رہا ہے کہ شاید اُس کے اندر لیلی ہے۔ یا اب؟ اب لیلی کا یہ تار ہے کہ اس کی خبر مین صبر نہ کیجیے گا اور پہنچ لیجیے، اچھا بہانہ کر کے چلا دین۔ جانتی ہین کہ مین تعاقب نہین کر سکتا یا اللہ تو نے حسینون کو ظالم بنایا تھا، تو عاشقون کے ستانے کے لیے نئی نئی ایجادین تو نہ کرائی ہوتین! مجھ خستہ جان کے لیے تیز رفتار ناقہ ہی کیا کم تھا، کہ اب تو نے موٹر کار ایجاد کرا دیا۔ صحیح وہ چل دینگی اور مین! مین اس شہر مین پڑا سڑا کرون گا! او ستم ایجاد لیلی! او عاشق کش لیلی، ریل مین بھی بیٹھ کے تو نہین گئی کہ مین اُسی ٹرین مین بیٹھ جاتا،" یہ کہا اور پھر ہاتھون مین اپنا مُنھ چھپا کے سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اک دم اُٹھ کھڑا ہوا، اور میز پر جا کے نوکر کو بُلانے کے لیے برقی گھنٹی بجائی؛ دس سیکنڈ گذرے ہون گے کہ دوسری مرتبہ اور زور سے گھنٹی بجائی۔

نوکر بڑبڑاتا ہوا: خدا خیر کرے: اب تو وقت بیوقت گھنٹیان بجاتے ہین؛ یہ آدھی رات، سب سو رہے ہین، دن بھر تو یون ہی سب مجھے ناچ نچاتے رہے، رات کو ذرا سی ذرا آنکھ لگی تھی، کہ لیجیے پھر یہ گھنٹیون کا تار بندھ گیا۔ مین باز آیا، اس نوکری سے، اگر ایک ہفتہ اور رہا تو مین بیمار پڑ جاؤن گا۔ سبحان اللہ اچھا عشق ہے کہ: خود چین لیتے ہین نہ کسی کو چین لینے دیتے ہین" کمرے مین داخل ہوا اور کہا: "حضور کیا ارشاد ہے؟"

"ارشاد کیا ہے، گھنٹیان بجاتا بجاتا عاجز ہو گیا، تم سُنتے ہی نہین کان مین روئی ٹھونس لی ہے یا کیا؟"

"خداوند غلام قصوروار ہے، مگر حضور ہی دیکھین یہ گھڑی لگی ہوئی ہے؛ ایک بج کے بیس منٹ آئے ہین؛ اس وقت مین نے ہزار چاہا کہ آنکھ کھُلی رکھون مگر جھپک ہی گئی۔"

"اچھا، بہت باتین نہ بناؤ، حاجی جاسم واخوانہ کی دوکان پر جاؤ

میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ ۲۵ گھوڑوں کی طاقت والی موٹر کار ایک ہفتے کے لیے کرایہ پر چاہتا ہوں۔ ذرا سیر کے لیے جانا ہے۔ فی الحال تو کرایہ میرے پاس نہیں، واپسی پر انشاء اللہ ان کا کرایہ فوراً ادا کردوں گا۔"

"حضور! اس وقت دوکان کہاں، حاجی جاسم کبھی کے گھر میں جاکر سو رہے ہونگے۔"

"حاجی جاسم نہیں تو قنبر علی احمد شیر کا ہم کے ہاں جاؤ۔"

"حضور، ناراض نہ ہوں! یہ اس قسم کی دوکانوں کے کھلے رہنے کا وقت نہیں ہے! شاید حلوائیوں کی دوکانیں اور ایک آدھ قہوہ خانے اس وقت کھلے ہوں، ورنہ ساری دنیا سو رہی ہے۔"

"جانا لائق، دور ہو جا، مجھے جواب دیتا ہے! عقل سکھاتا ہے بے ادب کہیں کا۔"

نوکر خلاصی پانے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا، اس ناراضی سے دل میں نہایت خوش ہوا، چپکے سے باہر آگیا اور اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر تو قیس کل نوکروں کی جنس پر اُن کی بیچ دنیا پر لعنت

دیکھتا رہا ہے: "ایک بھی نوکر ڈھنگ سر کا نہیں ملتا جس کام کو کہو، ہیچ نکال لینگے، جو حکم دو اُس سے بچنے کے لیے بہانہ ڈھونڈھ لینگے" پھر کچھ غصہ فرو ہوا تو خود خیال آیا: "نہیں تو بلال کا کہنا ٹھیک تھا، اس وقت بھلا کون دوکان کھُلی ہوگی؟ اور کھُلی بھی ہوتی تو کیا تھا مرزا صاحب کی سختی کے طفیل میں کوئی دوکاندار قرض نہیں دیتا، اور اگر میں خود اُن سے یہ خواہش کروں کہ موٹر کار خرید دیجیے تو وہ کیا اس خواہش کو پوری کرنے کے روادار ہونگے، ہرگز نہیں! کس مشکل سے تو انھوں نے بائسکل خرید کے دی تھی۔ اب کس منھ سے موٹر کار کی فرمائش کروں لیکن ہائے میری قسمت! میں نے بائسکل خریدی تو لیلی نے موٹر کار پر توجہ کی۔ میں کسی طرح بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا؛ وہ اتنے بڑے گھرانے کی ایسے نازوں کی پلی کہ جس کے ایک اشارے پر سیکڑوں ماما ئیں، خادمائیں دوڑی آتی ہیں، بھلا مجھے کب خاطر میں لا سکتی ہے، یہاں نصیب میں ایک بلال ہے وہ بھی بڈھا سُست۔ یہ بھی ہم کمبختی کے حقوق کا خیال ہو، جو وہ مجھ بدقسمت کے اوپر اتنی توجہ، توجہ کیسی، اتنی عنایت، میں عنایت کا کب سے مستحق ہو گیا اتنا رحم کرتی ہے کہ کبھی کبھی ایک آدھ غلط انداز

سے مجھے دیکھ لیتی ہے۔ آہ لیلا! میں تیرا شکریہ ادا نہیں کر سکتا، تو نے مجھے تار بھیج کے اپنے ارادے سے اطلاع تو دی! اگر بغیر اطلاع دیے ہی چلی جاتی تو میں کیا کر لیتا، موٹر کار کی آرزو! اہشت! میں بھی کیسا بیوقوف ہوں، آج وہ موٹر کار پر سوار ہو کر جاتی ہے تو میں موٹر کار کے لیے مر رہا ہوں، اچھا اگر میں کسی ضرورت سے اس نے کل اسپیشل ٹرین چھوڑا دی تو میں اسپیشل ٹرین کہاں سے لاؤں گا۔ کیوں جناب قیس صاحب! اب آپ سمجھے، آپ زیادہ ریس نہ کیجیے۔ ایاز قدر خود بشناس

اس طرح قیس اپنے دل کو سمجھاتا تھا؛ تھوڑی دیر تو وہ ساکن بیٹھا، لیکن پھر نہ بیٹھا گیا۔ آدھی رات، گھر بھر میں سناٹا (قیس کے والد نے ایک مختصر سا گھر۔ اپنے گھر سے ملا ہوا قیس کو دے رکھا تھا) مگر قیس کوٹھے سے اتر کے نیچے آیا، اور ایک کمرے میں جو کباڑ خانہ تھا، جا کر چیزوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا، ڈیڑھ دو گھنٹے کی محنت کے بعد اپنی بائسکل کو تیل وغیرہ ڈال کے درست کیا، اور نہایت بیتابی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔ پو پھٹی، اور قیس بائسکل پر سوار گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

(۲)

قیس بائسکل پر سوار گھر سے نکل کھڑا تو ہوا، لیکن شہر سے باہر پہونچتے ہی سوچنے لگا کدھر جاؤن، مختلف سڑکین مختلف سمتون کو جا رہی تھین، کدھر جانا چاہیئے؟ یہ ظاہر ہے کہ ادھر جانا چاہیئے جدھر لیلی گئی ہے مگر خود لیلی کس طرف گئی ہے؟ اسکا کس طریقے سے پتہ لگایئے! لیلی کے گھر جا کر دریافت کرے؟ مگر وہان تو اُس کی پذیرائی خاص طور پر ممنوع ہے یہی تعجب ہے کہ وہ کس طرح تار بھیج سکی؛ پرسون ہی تو وہ خط جو اُس نے، اُس کے نام بھیجا تھا، واپس آگیا تھا، اور اُس پر لیلے کے والد کے ہات کا یہ لکھا ہوا تھا: قیس کو معلوم ہو کہ باوجود منع کرنے کے خطوط بھیجے جانا، اُس کے حق مین مفید نہین ہوگا، وہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی بے سود اور غیر شریفانہ کوششون سے باز آئے"! باوجودیکہ اُس نے لفافے پر اپنا نام نہین لکھا تھا، نہ اندر اپنا نام لکھا تھا لیکن لیلی کا باپ اور اسکا خاندان نہایت ہوشیار تھا؛ اور اُس کا خط پہچان لیا جاتا تھا۔ آہ! اِس خط کے پکڑے جانے پر، نہ معلوم بیچاری لیلی پر کیا کیا ستم نہ ڈھائے گئے ہونگے۔ مگر واہ ری عاشق نواز لیلی! تو نے پھر بھی جادۂ وفا

سے قدم نہ ہٹایا اور نہ معلوم کن خطروں میں پڑ کر اور خدا ہی جانتا ہے کہ کن مصیبتوں کا سامنا کر کے وہ تار بھیجا۔ لیکن جان آتنی عنایت کی تھی کہ اپنی روانگی سے اطلاع دی تھی، وہاں ہمت سفر سے بھی اگر مطلع کر دیتی تو بندہ احسان اور احسان مند ہوتا! ہاں مگر وہ تو خود نہیں چاہتی کہ میں تعاقب کروں، کیونکہ اس تعاقب کا نتیجہ میرے لیے اور اُس کے لیے بھی اچھا نہیں۔ کچھ ہو، مگر مجھ سے تو اب گھر میں بیٹھا نہیں جاتا ہے جاؤں گا ضرور، چاہے اُس سے کوسوں دور رہوں، تاہم پھر وہی سوال ہے، جاؤں کس طرف کو؟

اس کشمکش میں، اس بیقراری میں، کبھی اس طرف کو دیکھتا تھا کبھی اُس طرف کو، کہ بادِ صبا، جو زمانِ سابق میں لیلیٰ کی زلف عنبریں سے شمیمِ جانفزا لایا کرتی تھی۔ اپنے ایک جھونکے میں مٹی کے تیل کی بو لائی قیس مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ "اہا پتہ لگ گیا، اسی طرف سے گئی ہیں، پٹرول کی بو صاف کہے دیتی ہے۔ اب ایک منٹ ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے" اور یہ کہہ کے اپنی پوری طاقت سے بائسکل چلانی شروع کر دی۔

مگر جس طرح پیادہ یا قیس، ناقہ سوار، محمل نشین لیلیٰ کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا، اُسی طرح بائسکل سوار قیس، موٹر سوار لیلیٰ کے کی گرد تک کو نہ پہنچ سکا۔

لیکن تھکن کیا شے ہے، نا امیدی کیا چیز ہے، اُسے نہ جاننے والے قیس کے لیے یہ کوئی ہمت بٹھا دینے والی بات نہ تھی۔ وہ برابر جا رہا تھا موانع کی وہ پروا نہ کرتا تھا؛ ایک جگہ راستہ درست کیا جا رہا تھا، سڑک پر پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، پتھر کوٹنے کا انجن، اپنی بھاری بھرکم چال سے اِدھر سے اُدھر، اُدھر سے اِدھر، پھر پھر کر آہستہ خرام بلکہ مخرام۔ زیر قدرت ہزار سنگ است کی تفسیر کر رہا تھا۔ راستہ تعمیر کے لیئے بند کا تختہ لگا ہوا تھا مگر قیس پگڈنڈی ہی پر سے اپنی بائسکل لیگیا، تھوڑی دور گیا ہوگا کہ بائسکل کی گھنٹی بگڑ گئی، اُس کو پریشانی تھی کہ بغیر گھنٹی کے کس طرح گذر ہوگا۔ سڑک پر چھکڑے، اونٹ، گائے، بھینس، قطار در قطار ملتے تھے، اگر گھنٹی یا بلوا نگ[1] ہوٹن نہ ہو تو بائسکل چلانا قطعاً غیر ممکن ہوگا، راستے میں ایک گاؤں والا نظر پڑا جو ٹوکرے میں چند

---

[1] بگل کی سی صورت کی ... بائسکل پر لگی ہوتی ہے اور جسے دبا کر بائسکل سوار لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں ۱۲

جھجون کو رکھنے لیے جا رہا تھا۔ جھجون کی "قین قان" سے کان پڑی
آواز سنائی دیتی تھی۔ سوار بیچارا خوش ہشیار۔ قیس کو فوراً ایک
ترکیب سوجھی۔ جھجون والے کو آواز دے کر ٹھہرا لیا۔ اور اس سے
جھجون کا ٹکڑا خرید کر سینڈل پر باندھ لیا۔

"قین قان قین قان" "قین قین قین قین" راستہ ببولوں تک صاف
تھا۔ سڑک چکر کھاتی ہوئی دور تک جا رہی تھی۔ صبح کا، نجد کی صبح کا
(لندن یا کلکتے کی گلا گھونٹنے والی صبح کا نہیں) سہانا وقت تھا! اور
ریگستان کی خشک اور ٹھنڈی ہوا۔ وہ ہوا، جو اپنی صفائی کے لحاظ
سے ان مرطوب بادلوں والی ممالک معتدلہ و باردہ کی ہواؤں میں نہیں
ہے: وہ ہوا جو عاشق مزاج، شاعر طبیعت، تن دوست، عورت سے
نڈر آدمی، اور شرافت مجسم حیوانیت یعنی اصیل اور شریف گھوڑے پالتی
ہے۔ یہ وہ ہوا جو راجپوتانہ میں راجپوت جیسی غیور، اور حجاز اور نجد میں
عرب جیسی شجیع ملت پیدا کرتی ہے۔ سائیں سائیں چل رہی تھی۔ نسیم صبح
قیس کے پرانے دوست ببولوں کو (جو سڑک کے دونوں طرف سے لگے
ہوئے تھے) ہلا رہی تھی۔ ببول، راستہ میں، قیس کے شرف میں اپنے

ہوا نے دوست قیس کے اعزاز میں پھول بچھا رہے تھے قیس کی بائیسکل اس زور سے جا رہی تھی پہیے اس تیزی سے چکر کھا رہے تھے کہ پہیوں کی تیلیاں نظر نہ آتی تھیں، بلکہ ایک مسطح دائرہ گھومتا نظر آ رہا تھا۔

سڑک پر سناٹا تھا بس کہیں کہیں بیچ سڑک میں گلہری اپنے اگلے پنجوں میں کوئی بیج لیے کترتی نظر آتی تھی، لیکن اس بائیسکل سوار عاشق کو دیکھ کر بد چکا چاپ "گویا جائیے جائیے اپنے محبوب کی تلاش میں جائیے مگر مجھے تو نہ ستائیے" کہتی ہوئی ببول کے درختوں پر چڑھ جاتی تھی۔ یہ جان بخش ہوا، یہ سماں قیس کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہا۔

سواری کی ریاضت سے خون رگوں میں تیزی کے ساتھ دوڑ رہا تھا، چہرے پر سرخی تھی اور دل بے اختیار کچھ گانے کو چاہ رہا تھا، تھوڑی دیر تک تو قیس سیٹی بجا بجا کے دل کی خواہش پوری کرتے رہے، پھر یکایک پوری آواز سے الاپنے لگے:

دست از طلب ندارم تا کام من برآید   یا تن رسد بہ جاناں یا جان ز تن برآید

کہ دہر ر رفت

قیس کے قدیم دشمن نے اپنا کام کیا: خار مغیلان نے بائسکل کے ربڑ مین سوراخ کر دیا، اور اِس طرح اپنے پُرانے فرض کو بہ احسن طریق انجام دیا۔

قیس کے توسنے نے بلٹنے پر یہ اُسکا انتقام تھا قیس کی کہنی اُکھڑ گئی تھی اور بائسکل ٹوٹ گئی تھی۔

(۳)

ان نصیبون پر کیا اختر شناس آسمان بھی ہو ستم ایجاد کیا

یہ شعر تو نہین مگر اِس شعر کے ہم معنی خیالات کا ہجوم قیس کے دل و دماغ پر ہو رہا تھا، کیونکہ یہی مصیبت کیا کم تھی کہ لیلیٰ کی محبت اُسے چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، اُس پر مصیبت مزید یہ کہ کبھی کبھی اُسے اس کا علم ہوجاتا تھا کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کی تکرار کر رہا ہے، اُس پُرانے زمانے کو نئی شکل مین دُہرا رہا ہے۔ اُس کے آئینۂ قلب پر ہزار برس قبل کے نجد اور اُس قدیم نجد مین اُس کی قدیم زندگی کا انعکاس ہوتا تھا؛ یہی نہین ہر مشرقی ملک کے لٹریچر مین، فسانون مین، نظم مین، نثر مین وہ اپنے تئین جلوہ گر پاتا تھا، کہین اُس کے ساتھ استہزا کیا جاتا تھا، کہین ہمدردی ظاہر کی جاتی تھی

کہیں اُسے جھوٹا قرار دیا جاتا تھا، کہیں کچھ، کہیں کچھ۔ وہ ان سب کو پڑھتا تھا اور خون کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتا تھا۔

یوں تو اکثر اُسکے دل پر چوٹ لگانے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز موجود ہو جاتی تھی، لیکن آج ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل دنیا نے اُسے ستانے کی سازش کر لی تھی۔

دہلی کے سول ملٹری ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ بہار کا موسم تھا، ابھی جاڑا جا چکا تھا، اور ابھی گرمی کی گرما گرمی شروع نہ ہوئی تھی۔ یہ موسم ہندوستان کی سیر کے لیے بہت مناسب ہے، قیس اس سے اچھی طرح واقف تھا، کیونکہ اس سے قبل کئی مرتبہ اپنی خواہش سے، اقربا کے اصرار سے، ڈاکٹروں کی رائے سے، وہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کی سیاحت کر چکا تھا۔ اس دفعہ وہ ڈاکٹروں کے حکم سے۔ جنہوں نے اس کی بالکل کی چوٹ کی وجہ سے لیلی کے تعاقب نہ کر سکنے سے جو مزاج میں حد درجہ کی وحشت پیدا ہو گئی تھی۔ اُس کے علاج کے لیے سفر ہندوستان تجویز کیا تھا یہاں آیا ہوا تھا۔

یہ موسم دنیا بھر مین دلکش ہوتا ہے، ہر جگہ زینت بخش عالم ہوتا ہے، پھر کوئی وجہ نہین کہ ہندوستان۔ خدا کے دیئے ہوئے روح پرور مناظر، اُس کی عطا کردہ پُر تنعم نباتات وجمادات کی نعمتون سے علاوہ ہر خوبی کو اپنے ہاتھون کھوئے دینے والے ہندوستان مین پھر سے چہرہ پر غازۂ حسن نہ پھیر دے۔

تیسرا پہر تھا، پتیس ہوٹل مین اپنے کمرے کی کھڑکی کے کونے بیٹھا ہوا اخبارون کو پڑھ رہا تھا، اور تھوڑی تھوڑی دیر مین اخبارون کو میز پر رکھ کر سڑک پر آنے جانے والون کی سیر کر رہا تھا۔ پانیر کو پڑھ چکا، تو اُس نے پیسہ اخبار اُٹھایا اور پڑھنا شروع کیا:

"ہم اس کے کہنے مین ذرا سا بھی تامل نہین کرتے کہ ....

صاحب کا زمانہ اپنے پیشرو کے زمانہ سے انشاء اللہ بہتر ہوگا۔ وہ پچھلی غلطیان، وہ ہماری قوم کو تہ وبالا کر دینے والی غلطیان، وہ شاید ہمین اُمید کرنا چاہیئے کہ یقیناً اُن کے زمانہ مین سرزد نہ ہونگی۔ قوم کی سرداری آسان کام نہین لیکن اس مشکل کام کو .... صاحب انشاء اللہ اچھی طرح انجام دینگے۔

دورِ مجنون گذشت نوبت ماست
ہر کسے پنج روز نوبت اوست"

قیس آگے نہ پڑھ سکا؛ اس شعر نے اُس کے قلب اُسکے جگر گاہ تک جاکر اُس کے حسیات خفتہ کو جو اس سفر مین اُسے اِس قدر ستا رہے تھے پھر جگا دیا۔ یہ عمر مین پہلی دفعہ نہ تھی کہ اُس نے یہ شعر پڑھا ہو، لیکن اس پر اِن دو مصرعون کا اثر کچھ اور رہی ہوا، کیونکہ آج اُسے پھر یہ علم ہوا تھا کہ وہ وہی پرانا قیس ہے۔ اور اُس نے کہنا شروع کیا: "کہتا ہے ' ہر کسے پنج روز نوبت اوست' یہ نہین سمجھتا کہ جس مجنون کے زمانہ کو وہ ختم سمجھتا ہی وہ بدنصیب اپنی زندگی، اپنی مصیبت بھری زندگی پھر کاٹنے پر مجبور کیا جا رہا ہی۔ اور اس دفعہ کسی کو یقین بھی نہین آتا کہ یہ وہی پرانا قیس ہی۔ اسلیے کوئی اس سے ہمدردی نہین، کوئی اس کے حالات پر توجہ نہین کرتا۔ ہر کسے پنج روز نوبت اوست! کہتا ہے۔ مین تو جبکی نوبت ختم ہو گئی تھی۔ سیکڑون برس کے بعد پھر اُسی سلسلہ زلف کا اسیر! انہی بیڑیون کا قیدی کر دیا گیا!"

قیس کے دماغ مین یہ خیالات گذر رہے تھے کہ اُس کے کان مین ایک آواز ایک پتلی آواز جو صاف بتا رہی تھی کہ یا لڑکے کی ہو یا کسی عورت

کی پہونچی؛ اور اُس نے سڑک پر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ ایک تیرہ چودہ برس کا لڑکا، معمولی نوکروں کے کپڑے پہنے ایک ہاتھ سے گیند اُچھال اُچھال کر دوسرے ہاتھ مین لیے ہوے اپنے آقا کے کسی کام پر یا کوئی پیغام یا پیغام کا جواب لیے جا رہا ہے اور نہایت مزے کے سُرون مین گا رہا ہے:

داستان میری سنو قصۂ مجنون نہ سُنو
وہ بھی کیا قصہ کہ جسکی کوئی بنیاد نہ ہو

قیس ایک دم پاؤن زمین پر مار کے اُٹھ کھڑا ہوا، اور کمرے مین ٹہلنے لگا اور اپنے دل سے نہایت غصّہ مین باتین کرنے لگا: "اور لیجیے وہ بھی کیا قصہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو؛ تو یہ کرب مفارقت، یہ صحرانوردیان یہ آہین، یہ نالے، جو مین نے وہان کیے یہ سب فرضی ہی تھے؟ گویا میرے پاؤن مین چھالے پڑے ہی نہین، گویا ان چھالون کو کبھی کسی کانٹے نے پھوڑا ہی نہین۔ ہان، ہان یہ سب غلط، اور صاحبزادے ان کا قصہ صحیح۔ بیشک آپ کا قصہ صحیح۔ اِس مین شبہ کی گنجائش نہین، بیشک صحیح ہے کہ کل آپ کی پتنگ کٹ گئی تھی، اور اُس کے

ساتھ آپ کے ملبجھے کی ڈور بہت سی چلی گئی جسکا آپ کو بہت قلق ہو۔
بیشک صحیح ہے کہ کل گولیان کھیلنے مین آپ ہار گئے، اور آپ کے
رفیق سے آپ کی خوب لڑائی ہوئی اور اُس نے آپ کو دھکیا یا،
جس سے آپ آدھ گھنٹہ رویا کیئے اور جب اپنے آقا کے پاس آئے
تو اُس نے بھی اتنی غیر حاضری پر آپ کو خوب سا مارا۔ بیشک آپ کا قصہ
ترحم انگیز ہے، اور میری کہانی مہمل اور بے معنی ہے۔ کسی کے سننے کے
لائق نہین سننے کے لائق کب ہوئے اصل سے بے بنیاد ہے نہین،
نہین، تم تو بے تکے الاپ رہے ہو۔ اصل مصنف صاحب کی خدمت مین
عرض کرنی چاہیئے کہ بیشک آپ نے جو فرمایا درست ہے، کوئی شک
نہین کہ آپ کا قصہ صحیح کہ گھر مین کل رات سالن ذرا سا جل گیا تھا، وہ
آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے سارا کھانا زمین پر پھینک دیا،
اور اپنی بیوی کی اچھی طرح خبر لی، وہ بیچاری سسک سسک کے
روتی رہی آپ اپنی جیب مین پرچہ غزل ڈال کر مشاعرہ مین تشریف
لائے، اور نہایت فخر سے غزل پڑھی؛ چارون طرف سے واہ واہ کے
طوفان شور افزا مین آپ اور آپ کی غزل غرق ہو گئی۔

اِس شعر پر آپ نے خاص طور پر داد طلب کی اور آپ کو حسب الامر
حسب الطلب خاص طور پر داد ملی:

"داستان میری سُنو قصۂ مجنوں نہ سُنو
وہ بھی کیا قِصّہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو"

آج تمام دنیا نے اُسے ستانے کی سازش کر لی تھی، آج کا دن
ان لمحوں میں سے تھا جب ظالم قضا و قدر اُسے اس بات کا علم
دے دیتی تھی کہ وہ وہی پُرانا قیس ہے! اور پھر آہ۔ پھر چو رگ زن کہ
جرّاح و مرہم نہ است یہ علم اُس سے چھین لیتی تھی! قضا و قدر کی کھیلیاں
تھیں، وہ ایک ہاتھ سے خنجر گھونپتی تھی، دوسرے ہاتھ سے اُس پر مرہم
رکھ دیتی تھی۔

آج خنجر گھونپنے کا دن تھا۔ آج اُس کے آئینۂ دل پر اُس کی پُرانی
زندگی کا۔ وہ ہزاروں برس قبل والی زندگی کا انعکاس ہو رہا تھا! اور عین
جس وقت اُس کے قلب پر اگلی زندگی کا انعکاس ہو رہا تھا، دنیا کی ہر شے
اُس کے دل پر جان جان کر چوٹیں لگا رہی تھی۔ وہ اٹلی کے شہر سے
ہی بھنّایا ہوا تھا، اور ہوٹل کے کمرے میں ٹہل ٹہل کے یہ باتیں کر رہا تھا

کہ ایک اور آواز سنائی دی۔

ایک یکہ والا، گھوڑے کو تڑاق تڑاق ہنٹر مارتا، بے تحاشا بھگاتا، گویا اپنے تئیں یار کی دیوار سے جسقدر جلد اور جسقدر دور ہو سکے لیجانے کی کوشش کرتا ہوا یہ گا رہا تھا:

ہم تو مرینگے یار کی دیوار کے تلے
مجنوں کو تھا جنون جو بیابان میں رہ گیا

اِس شعر نے، قیس کے خیالات کی رَو کو دفعتاً اور طرف لیجانا شروع کردیا: ارادہ نہایت عمدہ ہے، خدا اُس کے ارادے میں برکت دے اور اُسے یار کی دیوار کے تلے مرنا نصیب ہو، لیکن خود وہ (قیس) بھلا اِس خوش نصیبی کی کب توقع کر سکتا تھا۔ اُس وقت بھی اُس ہزاروں برس قبل والے زمانے میں بھی دیوار کے تلے مرنا کیسا، سایہ دیوار میں بیٹھنے کی اجازت تک نہ دی جاتی تھی۔ اور اب تو حالت اُس زمانہ سے بدرجہا بدتر تھی۔ پہلے تو صرف اہل خانہ مانع ہوتے تھے، اب اہل خانہ مانع نہ بھی ہوں تو میونسپلٹی نہ اُسے بیٹھنے دیگی، نہ وہاں بستر بچھانے دے گی۔

"ہم تو مرینگے یار کی دیوار کے تلے" (دیوار کے تلے بیٹھکر دم توڑ دینا)
شاید ہندوستان میں ممکن ہو تو ہو، متمدن، میونسپلٹی ظالم، پابند قانون
میونسپلٹی والے شہر میں تو ممکن نہیں. صرف ایک طریقہ مرنے کا اور ہے
لیکن وہ خود اختیاری نہیں، وہ دیوار کی عنایت پر منحصر ہے، یعنی
جب وہ یار کی دیوار کے تلے سے گذرتا ہوتا ہو تو وہ (یعنی یار کی دیوار)
لطفاً و رحمتاً اُس پر گر پڑے، اور اس طرح وہ دیوار کے تلے دبکر
مر جائے. لیکن یہاں بھی وہی ظالم میونسپلٹی کا پاؤں اڑا ہوا ہے اول تو
اہل خانہ خدا کے فضل سے ہمیشہ مکان کی مرمت کراتے رہتے ہیں،
بالفرض وہ بھول بھی جائے تو میونسپلٹی، اگر کسی دیوار کو خطرہ کی حالت میں دیکھتی
ہے تو وہ اُسے گروا کے نئی اور مضبوط دیوار بنوا دیتی ہے۔

اس طرح بکواسے کے طعن نے جو اُس کے دل پر برچھی لگائی
تھی۔ اُس کی چبھن کو گھٹانے کی، لڑکے نے جو چرکے لگائے تھے،
اُن کی سوزش کو کم کرنے کی منطق اور دلائل سے کوشش کر رہا تھا،
اس ہجوم طعنہائے شعرا کے مقابلہ میں جو اُس نے اپنی قوت صرف
کی تھی، اُس سے وہ تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا، آخر کمرے میں نہ ٹہلا گیا،

کرسی میں گر پڑا، اور اس طرح بے حس و حرکت گر پڑا گویا اُس کے اعضا بے حرکت تھے نہ صرف بلکہ دماغ بھی ساکن تھا! دماغ جو اس قدر پُر شدت خیالات کا جولانگاہ رہا تھا، اس وقت اپنے میں کسی خیال کو جگہ دینے سے انکار کر رہا تھا۔

حس اور جسم کی اس عطالت نے اُس پر اپنا جان بخش اثر کیا، اور تھوڑی دیر میں وہ تازہ دم ہو کے اُٹھ بیٹھا۔ خالی کس سے بیٹھا جاتا ہے پھر پاس کی میز سے ایک اخبار اُٹھایا، یہ "مخزن" تھا، یوں ہی بغیر کسی مقصد کے ورق الٹ رہا تھا کہ اُس کی نظر کو آخری صفحوں پر غزل کے لفظوں نے اپنی طرف مائل کیا۔

یہ نیرنگ کی ایک غزل تھی۔ مقطع تھا۔

پھر ہوئی لیلیٰ و مجنوں کی حکایت تازہ

اُن کا عالم وہی نیرنگ کا نقشہ ہے وہی

مقطع کو پڑھ کے اُس کی طبیعت بہت خوش ہوئی۔

پھر ہوئی لیلیٰ و مجنوں کی حکایت تازہ! خدا بھلا کرے تیرا نیرنگ! اگر کسی شخص نے دنیا میں حقیقت کو بیان کیا ہے یا زیادہ صحیح یہ کہ کتمان

حقیقت سے گریز کیا ہے تو وہ نیرنگ ہے جزاک اللہ خیرا لجزاء
دوسرا مصرع میں نہیں کہتا کہ غلط ہوگا، ممکن ہے کہ نیرنگ کا نقشہ میرے
ہی نقشہ کی طرح ہو۔ اس لیے مجھے اُن سے کوئی شکایت نہیں میں تو
صرف پہلے مصرع کے لیے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

قدر، برچھیاں لکھوسنے سے فارغ ہو کر، اب مرہم رکھنا چاہتی تھی
ورنہ کیا وجہ ہے کہ اس شعر نے قیس کو خوش کیا۔

تھوڑی ہی دیر میں قیس وہی سادہ قیس تھا، اور اُسے پچھلے واقعات کا
ذرا سا بھی علم نہ تھا۔

اب قیس کی طبیعت میں قدرے بشاشت تھی کہ اُس سے کمرے میں بیٹھا
تنہا نہ بیٹھا گیا۔

فلالین کا سوٹ پہن کے اور ٹینس بیٹ ہاتھ میں لیکر قیس باہر آیا اور مغرب
تک ٹینس کھیلتا رہا۔

(۴)

مغرب کے بعد قیس ہوٹل میں داخل ہوا۔ آج کی رات یہاں ایک جلسہ
تھا، اور قیس اُس میں مدعو تھا۔ ڈرائنگ روم روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

لیڈیون کی ریشمی گونون کی سرسراہٹ باریک و جدا قہقہون کی پر ترنم آواز، دستی پنکھون کا جلد جلد ہلنا، اور اس طرح اُن پر زینت چہرون کو جو نہایت کوششون اور گھنٹون کی عرق ریزی سے اس وقت کے لیے آراستہ کیے گئے تھے، کبھی چھپا دینا، کبھی جھلک دکھا دینا، یا یون کہنا چاہیے کہ چاندون کا جو کسی درخت کے نیچے سے دیکھے جاتے ہون کبھی پتون مین چھپ جانا کبھی ظاہر ہو جانا، سفید براق گردنون پر موتیون کے ہارون کا چمکنا، کسی خوش قسمت شخص سے ہاتھ ملاتے وقت برقی روشنی کا، لیڈی کے ہاتھ کی انگوٹھی پر پڑ کے دمکا دینا، کسی کونے سے برق تبسم کا گرنا، کسی صوفے سے نغمۂ خندہ کا اُٹھنا، ایک ایسا دلفریب منظر تھا کہ بہت سے لوگ جو اس ڈرائنگ روم مین تھے بات کر کے بھی خلل انداز نہ ہونا چاہتے تھے، پلک جھپکا کے بھی اس نشہ کو جسے وہ آنکھ کے ذریعہ سے پی رہے تھے، ایک لحہ بھر کے لیے بھی کم نہ کرنا چاہتے تھے، بلکہ آرام کرسی یا کسی صوفے پر سر کو ٹیکے اس فردوس نگاہ و جنت گوش مین بے حس و حرکت پڑے تھے۔

وہ انسانی تیتریان جنھین لوگ غلطی سے نہین طبیعت کے

تھوں سپنے سے عورت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں متحرک تھیں۔ بھونرے۔ رات کا سیاہ لباس پہنے ہوے مرد بھونرے ہی کے لقب کے مستحق ہیں۔ بھی متحرک تھے کہیں ایک بھونرے کے گرد دو تین تیتریاں تھیں کہیں ایک تیتری کے چاروں طرف تین چار بھونرے جمع تھے۔

قیس اس بزم کے کنہیا تھے سب کی آنکھیں اُن پر پڑ رہی تھیں۔ سب لیڈیوں کے لیے ان میں کشش تھی۔ غیر ملک کے آدمی کی طرف ہر شخص مائل ہوتا ہے، عرب، وہ بھی نجد کا عرب کس کے لیے عجوبہ نہ ہوگا ان کی طبیعت اسوقت خاص طور پر بشاش تھی، نجد کا حال بیان کر رہے تھے، لوگ سوالات کر رہے تھے، وہ ان کا جواب دیتے تھے مگر ایک نوجوان، ہیجدہ نوزدہ سالہ، سیاہ پلکوں والی، سیاہ بالوں والی، لڑکی جو زرین تاجوں یعنی سنہری بالوں۔ ندمب تیروں یعنی سُنہری پلکوں والی لیڈیوں میں ایسی ہی عجیب معلوم ہوتی تھی، جیسا اُن مغربیوں میں قیس جیسا مشرقی۔ ایک غیر معلوم کشش سے قیس کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی، اور خود قیس کی طرف کھنچی جا رہی تھی۔ قیس کی باتوں میں

بنہایت دلچسپی، اِس لڑکی کے پُراشتیاق چہرے سے ظاہر ہو رہی
تھی۔ کوئی اور سوال کرتا تو قیس جواب تو دیتے، اور اچھی طرح جواب دیتے،
غیر تسکین بخش جواب دینا تو اخلاق و نزاکت طبیعت کے خلاف تھا، مگر
کچھ بہت خوشی سے جواب نہ دیتے۔ لیکن اگر یہ لڑکی سوال کرتی۔ اور
اور مسائل ذرا فرصت دیتے تو سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتی تھی۔ تو
قیس اس طرح جواب دیتے گویا ان کی تمام روح، اُن کی تمام قابلیت
خوش کرنے کی تمام قوت و خواہش اِس جواب میں آ کر جمع ہو گئی ہے۔
اوروں کو جواب دیتے وقت بھی اُن کی نظر و دیدہ نظر، اُن سیاہ
پلکوں۔ اُن چمکدار سیاہ پتلیوں اور نرم سیاہ بالوں ہی میں جا کر
پھنس جاتی تھی، اور ان سے واپس آنا چاہتی تھی۔ اور اگر بیان
اس کے جواب میں کوئی مطلب کرتا ہوا تو پھر اُن کی نظروں میں گویا
کسی چیز میں کوئی اور چارہ ہی نہ تھا۔ اور اُس لڑکی میں بھی ان گھنی سیاہ
پلکوں اور سیاہ چمکدار پتلیوں اور نرم و سیاہ بالوں کا قیس کے لیے کچھ
ایسا سحر تھا، اور اُس کے دماغ پر ایسا اثر کرتا تھا کہ اُسے یہی چیزیں
اُس کے سامنے تیرتی، اُس کے دماغ میں چکر کھاتی معلوم ہوتی تھیں۔

لڑکی کا چہرہ نہایت دلکش تھا، لیکن قیس کے سطح دماغ پر اُسکے چہرے کا نقش نہین جم رہا تھا، بلکہ وہی گھنی سیاہ پلکون سیاہ پتلیون اور سیاہ ریشمی بالون کا۔

ان مین اُس کے کچھ ایسی کشش تھی کہ اُسکی نظر سکڑ کے انھین پر جمع ہو جاتی تھی، اور دوسری چیز دل یا چہرے پر رخسارون پر پڑنے سے بھی ابا کرتی تھی۔۔۔

ایک طرف سے تجویز ہوئی قیس کو اتنا ہوش نہ تھا کہ معلوم ہو کہ کس نے تجویز پیش کی اور کیا تجویز تھی، صرف لوگ اُس کے پاس سے ہٹتے نظر آئے کہ پیانو کا شغل کیا جائے۔ عورتین اور مرد پیانو کے گرد جمع ہو گئے، اُن کے پاس سے بھیڑ چھٹ گئی،

مگر قیس مسحورانہ وہین بیٹھا رہا! اس کی آنکھون مین وہی سیاہ گھنی پلکین، وہی سیاہ ریشمی بال چھا رہے تھے۔ ہان چہرہ ایک سفید نقطہ کی طرح نظر آتا تھا۔ پیانو سے آواز نکلنی شروع ہوئی، اور عورتون کی باریک اور مردون کی بھری ہوئی آوازین پیانو کا ساتھ دینے لگین، لیکن اُس کی آنکھون مین وہی سیاہ گھنی پلکین، وہی سیاہ چمکدار پتلیان،

وہی سیاہ ریشمی بال اس طرح چکر کھا رہے تھے جیسے شراب کے نشہ مین سامنے کی چیزین پھرتی اور دھندلی دھندلی نظر آتی ہین۔

ان دھندلی دھندلی سیاہ چیزون مین وہ سفید نقطہ جو اُسے اپنی طرف اس قدر مائل کیے ہوے تھا۔ بولتا نظر آیا، اور اُس کے کانون مین یہ آواز پہونچی۔

"مگر مسٹر قیس! آپنے وہان کی عورتون کا حال بیان نہ کیا' ان کا حسن مغربی حسن سے ضرور فرق رکھتا ہوگا؟"

اس پردہ چونکا، اور گویا عالم رویا سے عالم بیداری مین آیا۔ اُس وقت اُسے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اُس کے پاس بیٹھی ہے، اور سوال کر رہی ہے اُس کے گرد اور کوئی نہین ہے۔

قیس نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھون پر پھیر کر، گویا اپنے دماغ اور دماغ کی کھڑکیون کو اپنی اصلی حالت پر واپس لانے کی کوشش کر کے جواب دیا:-

"معاف کیجیے گا، مین ایک خیال مین چلا گیا تھا۔ مگر آپ یہان کیون بیٹھی ہین آپ بھی گانے کا لطف اُٹھائیے۔"

لڑکی نے جواب دیا "مجھے معاف کیجیے اگر مین نے اس سوال سے آپ کے لطف مین خلل ڈالا مجھے خیال نہ تھا کہ آپ حالت استغراق مین ہین"

"یہ معافی مانگنا تو وطیرہ جاری رہیگا اس لیے اُسکے ختم کرنے کے لیے مین کہتا ہون کہ مین نے معاف کیا۔ مگر حقیقت مین یہ تو فرمایے کہ آپ اِس وقت جبکہ پیانو آپ کو بُلا رہا ہے اور ہر شخص آپ کی آواز کی حلاوت سے متمتع ہونیکا آرزومند ہے میرے پاس بیٹھ کر کیون آپ اپنا وقت ضایع کر رہی ہین"۔

کہنے کو تو وہ کہ گیا، لیکن قیس دل مین خدا سے چاہ رہا تھا کہ وہ جہان تھی وہان سے نہ ہٹے۔ اُس کی اِس دلی خواہش کو لڑکی کے اِس جواب نے پورا کیا۔

"مجھے اسوقت نہ گانے، نہ گانا سننے کی خواہش ہے مین خوش ہون کہ اسوقت پیانو نے آپ کے پاس سے بھیڑ کو ہٹا لیا ہے کیونکہ لوگ اس قدر آپ سے سوالات کرتے ہین کہ مجھے کچھ پوچھنے نہین دیتے۔ آپ بالکل انھین کے حصہ مین آجاتے ہین۔ مگر مجھے خوف ہے کہ مین آپ کے پیانو کا لطف اُٹھانے مین ہارج ہو رہی ہون"

"بالعکس آپ نہ سننے مین۔۔ دے رہی ہین۔ مین اس وقت،
نہ معلوم کیون، پیاؤ کیا مطلقی سے بیزار ہون، اور چاہتا ہون کہ میرا
خیال اُس طرف نہ جائے، آپ پوچھیے مین خوشی سے آپ کے
سوالات کا جواب دون گا۔"

"مین یہی چاہتی تھی کہ نجد کی عورتون کی کچھ کیفیت آپ بیان کرین
ظاہر ہے کہ اپنے ہی ہمجنسون کے حالات مین زیادہ دلچسپی ہوگی۔ یہ
بتائیے کہ وہان کی عورتون کا اثر مردون پر ہے یا نہین؛ مشرق اس
معاملے مین ہمیشہ غرب کا مطعون رہا ہے۔ اگرچہ مین ان طعنون کو بہت
کچھ بے بنیاد سمجھتی ہون، تاہم آپ سے اس کے متعلق ایک جواب
شافی سننا چاہتی ہون۔ ان کے حسن، اُن کے رنگ، اُن کے خدوخال
کا بھی کچھ حال بیان کیجیے؛ بلکہ میرا سوال تو یہی تھا۔ آپ نجد کے حسن
مین اور مین محض مثالاً کہتی ہون یورپ یا غرب کے حسن مین کیا مابہ الامتیاز
پاتے ہین۔ شاید کیا غالباً حسن تو وہین کا آپ کی نظرون مین کھبتا ہوگا
لیکن اس کھبنے کی وجہ بھی بیان کیجیے گا۔"

قیس نے ذرا مسکرا کے جواب دیا "آپ کے سوالات نہایت

دلچسپ ہین، اگر سب ایک ہی دفعہ نہ پوچھ ڈالیے۔ نجد مین عورتون کا
کیا اثر ہے اسکا حال توآپ کو صرف اِس مثال سے معلوم ہوجائیگا
جو آپنے ضرور کہین نہ کہین پڑھی ہوگی اگر آپ کو مشرقی لٹریچر ترجمون
ہی کے ذریعے سے مِل گیا ہے کہ نجد مین ایک مشہور شخص جو میرا
ہمنام تھا، ایک عورت کے لیے دیوانہ ہوگیا، بطور استعارہ کے
لفظ دیوانہ استعمال نہین کیا ہے بلکہ حقیقت مین وہ فاتر العقل ہوگیا تھا۔
چنانچہ آجتک کتابون مین نظم مین نثر مین، عرف عام مین، وہ مجنون
ہی کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے جب تک زندہ رہا۔ اپنی محبوبہ لیلی
ہی کا نام لیتا رہا، اُسی کے خیال کی پرستش کرتا رہا۔ یہ واقعہ ہے،
خیالی فسانہ نہین، اس شخص نے وہ نام حاصل کیا کہ آج مین بھی اُسکا
ہمنام ہونے پر فخر کرتا ہون، پس لیلی کا اثر مجنون پر، نجد کی عورت کے
نجد کے مرد پر اثر کا اعلی نمونہ ہے، اُن کی فتوحات کی سب سے بڑی
یادگار ہے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس لفظ "لیلی" مین کچھ جادو ہے، یا
مشیت مین یہ لکھا ہے کہ کسی دل پر سب سے زیادہ قابو پانے والی
عورت نجد مین لیلی ہی کہلائیگی، یا کیا مین بھی (دہن) آپ سے اعتراف

کرتا ہون، مگر آپ اپنے تک ہی رکھیے گا) مین بھی نجد کی ظالم ظالم کہون، یا مہربان، کیونکہ اُس مین دونون صفتین پاتا ہون، مین بھی نجد کی جس لڑکی کا اسیر ہون اُسکا نام بھی لیلیٰ ہے،" اور کون کہہ سکتا ہے کہ کتنے لیلائین" کتنے "قیسون" پر نجد مین ظلم کر رہی ہین، بس یہ سمجھ لیجیے کہ نجد اس وقت تک لیلاے نجد کی مٹھی مین نجد کے قیس کی رگ و جان و رشتۂ قلب ہی"

پیانو کی اور پیانو کے ساتھ گانے والون کی آوازین اُٹھ رہی تھین، اور اونچی ہو ہو کر اُس طرف کو جا رہی تھین جہان سے موسیقی اُتر کے اِس دنیا مین آئی ہے.

مگر قیس اور اُس کی سیاہ آنکھون والی، سیاہ پلکون والی سیاہ ریشمی بالون والی سامع کے لیے گویا کمرے مین خاموشی طاری تھی.

ایسا سامع اور یہ مضمون! یہ معلوم ہوتا تھا کہ لڑکی نے ایک اُستادِ فن کی چابکدستی سے - اور کہان ہے وہ لڑکی جو اِس فن مین چابکدست نہین، ماہر نہین قیس کے دِل کے اُس تار کو چھیڑ دیا تھا، جس سے سب سے زیادہ رقیق، سب سے زیادہ دلدوز صدا نکلتی تھی، وہ

ذرا کی ذرا ٹھہرا، پھر اُس کے چہرے پر آنکھون مین ایک ایسی چمک آ گئی جو بتا رہی تھی کہ وہ عالم تصور مین جسمین وہ اسوقت تھا، کسی نہایت دل خوش کن نظارے کو دیکھ رہا تھا۔

لڑکی نہایت شوق سے اس حالت کو دیکھ رہی تھی اور مخل نہ ہونا چاہتی تھی، کیونکہ وہ سمجھتی تھی؟ دیکھ رہی تھی۔ عورت کا دل جہان محبت کے لیے آئینہ جم ہے۔ کہ قیس نجد اسوقت لیلاے نجد کی زیارت کر رہا تھا۔

قیس اس عالم سے باہر آیا، اور معذرت خواہی کے لہجے مین کہنے لگا: "آپ میری ان بے موقع خاموشیون کو خیال مین نہ لایا کرین، یہ میری عادت سی ہو گئی ہے کہ موقع بے موقع تصورات مین چلا جاتا ہون۔ آپ حسن نجد، حُسن نجد کے خد و خال کا حال بھی پوچھتی تھین، یہ مشکل سوال ہے، کیونکہ جواب مین اتنا ہی کہہ سکتا ہون کہ وہ ایسا نہین ہوتا، ویسا نہین ہوتا۔ کیسا ہوتا ہے؟ اس کے ظاہر کرنے کے لیے نمونہ کی ضرورت ہے، اور وہ یہان میرے پاس۔ نہین کہنا چاہتا تھا، گر یہ غلط ہو، اُسکا ہو بہو نمونہ نہ سہی تو بہت مشابہ نمونہ تو میرے پاس ہے، اب اگر اُسے ظاہر کر دون تو یقین نہ کیا جاویگا، اور اگر نہ کہون تو اداے مطلب سے

قاصر رہوں گا۔

خیر جو کچھ ہو۔ وہان کے حسن کا حال اگر آپ پوچھتی ہین تو مین مختصراً یہ عرض کیے دیتا ہون کہ حسن نجد ایسا نہین جیسا اسوقت یہان اِس کمرے مین مشغول نغمہ طرازی ہے۔ نجد کی دلبری اُس شکل مین ظاہر ہوتی ہے جو۔ اجازت سے تشبیہ دون؟" "آپ بھی کمال کرتے ہین۔ جب مین نہایت بیتابی سے سُن رہی ہون آپ نے اپنے فقرے کو ناتمام چھوڑ دیا، نجد کی دلبری کس شکل مین ظاہر ہوتی ہے"؟

"جو اس وقت مشغول حرج ہے"!

اِس پر لڑکی کھسیانی سی ہو گئی، اور کہنے لگی: "معلوم ہوا نجد کے مرد بھی، ہمارے ملک کے مردون کی طرح چاپلوس ہین، خوشامدی ہین! مین پہلے ہی اس اعتراض کے وارد ہونیکا خوف کرتا تھا، اور وہی ہوا۔ بہرحال اب مین واقعات کو پلیٹ تو نہین سکتا"۔

لڑکی کے اِس جواب مین "تو وہ کیا چیز ہے جو آپکے حرج کرنیوالے کو (بقول آپ کے) لیلی نجد سے مشابہ کرتی ہے؟" کھسیانہ پن تو تھا، مگر ایک خوشنودی کی ادا بھی شامل تھی۔

اِس پر وہ جوش مین آگیا اور کہنے لگا: وہ، وہ زلف عنبرین وہ، وہ گیسوے مشکین ہے جو میرے جان اور لیلاے نجد مین مشترک ہے، وہ، وہ سیاہ تیر این، وہ، وہ سیاہ نگر دش ستارہ ہی، وہ، وہ غیر قابل بیان دلکشی ہے، جسے میرا نجد مین پلا ہوا دل محسوس کرتا ہے مگر الفاظ مین ادا کرنے کی طاقت نہین رکھتا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مین وہان کے حسن کو ترجیح تو دیتا ہی ہونگا مگر اس ترجیح کی کوئی وجہ بھی بیان کرون۔ آپ امواج بحر سے پوچھیے کہ چاند کی طرف کیون کھینچتی ہین؟ آپ پروانون سے۔ ان میری طرح بیوتوف ہیں لہذا دون پوچھیے کہ شمع پر آکر کیون گرتے ہین؟ آپ سورج مکھی سے کہ پرستندہ آفتاب ہے سوال کیجیے کہ اُس نے آفتاب کو کیون قبلہ بنا رکھا ہے جب یہ جواب دیسکین گے تو شاید مین بھی جواب دی.......

آہ! آہ! تو یہ اُف، اف یا اللہ تو یہ ہے.......

قیس یکایک سوفا رسے زمین پر گر پڑا اُس کے ہاتھ پاؤن اینٹھنے لگے۔ طرفۃ العین مین کہ بزم طرب تھا ایک دم کھلبلی پڑگئی۔ سب اس کے گرد آکر جمع ہو گئے لیکن بیچارہ قیس بڑی تکلیف مین تھا، اُسکی رگین

کھنچ رہی تھیں ہاتھ اینٹھے جاتے تھے۔ مجمع میں چند ڈاکٹر بھی تھے اُن کی رائے تھی کہ مرگی کا دورہ ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اختلاج قلب کی علامتیں ہیں۔

دوا کے لیے لوگ دوڑے گئے کہ اتنے میں قیس کی حالت میں بہتری ظاہر ہونے لگی، اور تھوڑی دیر میں بغیر کسی دوا کے وہ خود بخود اُٹھ کھڑا ہوا۔

لوگوں کے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایسا دورہ اس سے قبل کبھی نہیں پڑا تھا۔ جہاں تک اُسے یاد تھا یہ پہلی دفعہ تھی کہ اُس کی یہ حالت ہوئی

بہرحال ڈاکٹروں کا ایک مشورت کا جلسہ ہوا۔ سب نے مل کر پانچ چھ طب کی ضخیم کتابوں میں ڈوبے ہوئے ڈوبے ہوئے دماغوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مرگی کا دورہ تھا، اور اُسکے لیے علاج تجویز کر دیا۔

(۵)

"جناب اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار! آج میں نے ایک ایسا عجیب نظارہ دیکھا کہ اُسے آپ کے ناظرین تک پہونچائے بغیر نہیں رہ سکتا!!

میں اتفاقاً آج دوپہر کو زوولاجیکل گارڈنز دباغ حیوانات یا عرفِ عام

مین چرڑ یاخانہ) کی طرف چلا گیا۔ دوپہر کا وقت تھا اور لاہور کی دھوپ
شسکل سے کوئی آدمی وہان نظر آتا تھا۔ کہ اتنے مین میری نظر ایک شخص
پر پڑی جس نے بے اختیار مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ یہ ایک خوش رو
جوان تھا۔ لباس تو وہی تھا جو آجکل کل ممالک متمدنہ کے لوگون کا
لباس ہے، مگر چہرہ اور خط وخال صاف بتا رہے تھے کہ ہندوستان کا
آدمی نہین ہے اہالی یورپ کا بھی نقشہ نہ تھا، وہ کرختگی وہ شان
تبختر چہرے سے نمایان نہ تھی، چہرہ پر ایک غمگینی مگر ساتھ ہی اُس کے
بلا کی متانت تھی، ایک شعریت تھی جو الفاظ مین نہین آسکتی، ایک
محزونیت تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل عمیق تحسسات کا آماجگاہ
رہتا ہے مین نے جلد معلوم کر لیا کہ یہ شخص۔ جو خوشحال اور اچھے گھرانے کا
اور اچھی تعلیم پائے ہوئے معلوم ہوتا تھا۔ عرب اور وہ بھی قبلۂ شعرا
کعبۂ اُدبا سرزمین نجد کا عرب ہے۔ میری عربی دانی آج کام آگئی
اور مین نے وہ کچھ دیکھا اور وہ کچھ سُنا جو اب تک مجھے حیرت مین
ڈالے ہوئے ہے اور مین خود شبہ کر رہا ہون کہ آیا میری آنکھ
نے غلطی تو نہین کی؛ اور میرے کانون نے دھوکا تو نہین کھایا۔ یہ

شخص بایاں ہاتھ پتلون کی جیب میں اور داہنے ہاتھ کا انگوٹھا
واسکٹ کی جیب میں ڈالے اور باقی چار انگلیاں باہر نکالے
ٹوپی پیچھے کو ڈالے، ایک لاؤبالیانہ انداز سے اِدھر سے اُدھر اُدھر
سے اِدھر پھر رہا تھا۔ کبھی اُس کٹہرے کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا،
کبھی اس کٹہرے کے اندر کے جانوروں یا پرندوں کو گھنٹوں کھڑا غور سے
دیکھتا تھا۔ ایک دفعہ ایک پارک کے قریب جس کے گرد تار کھنچا ہوا
تھا ٹھٹک گیا۔ اس پارک میں جیسا آپ کو معلوم ہے ہرن اور اُنکے
مختلف اقسام جمع ہیں۔ اس خاص مجموعہ کے لیے لاہور کا باغ حیوانات
بالتخصیص ممتاز ہے، معلوم ہوتا تھا کہ یہ مجموعہ اس اجنبی کے لیے خاص
دلکشی رکھتا تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ وہ یہاں بڑی دیر تک کھڑا رہا۔
دھوپ کی وجہ سے ہرن، دو درختوں کے سایہ کے نیچے کھڑے
تھے۔ لیکن وہ اُنھیں اپنی طرف بلانا چاہتا تھا، اُس نے اول تو ہری ہری
دوب چھانٹ کر اور اپنے ہاتھ میں لیکر اُن کو دکھائی۔ مگر پارک میں دوب
کی کمی نہ تھی، اس لیے وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پھر یہ نوجوان وہاں
سے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ اسنے جیب میں

کچھ چنے اور جو وغیرہ نکال کر ڈالے۔ اس دفعہ وہ کامیاب ہوا اور کچھ
ہرن اُس کی طرف آ گئے۔ یہاں تک تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی
اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکے اور عورتیں اور بڑے آدمی بھی جنھیں حیوانات
سے دلچسپی ہے اور اس بے زبان مخلوق سے ہمدردی رکھتے ہیں
باغ حیوانات میں آکر اُنھیں کچھ کھلاتے ہیں۔ تعجب کی بات تو وہ تھی جسے
اب میں بیان کرتا ہوں۔ ان ہرنوں میں چند غزال عرب بھی تھے۔
غزال عرب جیسا سب جانتے ہیں، ہرن کی جنس میں سب سے زیادہ
حسین، متناسب الاعضاء اور ہلکے بدن کا ہوتا ہے۔ یہ جب اُس کے پاس
آیا تو نوجوان نے ایک وارفتگی سے اُسکے مُنھ کو پکڑ کے اُسکی آنکھوں کو
چومنا شروع کر دیا۔

غزال ایسی محبت کا عادی نہ تھا، اور وہ کوشش کر کے اپنے تئین
چھڑا کے ہوا میں چوکڑی بھرتا اور اپنے خوبصورت پتلے کھُروں کے
نشان زمین پر لگاتا، بھاگ گیا اور دُور جا کے کھڑا ہو کے مُڑ مُڑ کے
اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ نوجوان کے چہرے پر محزونیت کے علائم زیادہ

گھیرے ہوگئے، اور اُس نے جنگلے سے ٹیکا لگا کے عربی زبان میں یہ کہنا شروع کیا۔

"معلوم ہوا، بس نجد ہی میں نہیں (اور اِس فقرے سے مین سمجھا وہ نجدی ہے) بلکہ ہر جگہ یہ مجھسے نفرت کرتے ہیں۔ اِس کی وجہ کیا ہے مااددی میں اُن کے بُرا چاہنے والوں میں تو ہوں نہیں، لا واللہ مگر (اور یہان اُس نے ایک شعر پڑھا جسکا اگر سرسری ترجمہ کیا جائے تو یہ ہو سکتا ہے):

لیلیٰ سا چلن ہے دیکھو سارے غزالوں کا
وحشت کرنا شیوہ ہی کچھ اچھی آنکھوں والوں کا

سوائے اُس لڑکی کے کہ میں اُسکی توجہات اور عنایات کا ممنون ہوں، باقی اور میں نے کسی لیلیٰ چشم کو اپنی طرف مائل اپنے اوپر رحیم نہ پایا، اور مصیبت یہ ہے کہ میں ایک بے اختیارانہ بیتابانہ کشش سے اُن کی طرف کھنچا جاتا ہوں۔ آہ! لیلیٰ! میں تیری پرستش کہاں کہاں اور کس کس چیز کو دیکھ کر کرتا ہوں، تجھے کچھ خبر بھی ہے؟ مگر تجھے کیا خبر اور خبر ہونے کی ضرورت ہی کیا۔"

یہ کہکر اُس نے کوٹ کی جیب مین سے ایک رومال نکالا اور
چہرہ پر رکھ لیا اور آہستہ آہستہ ہال سے باہر چلا گیا اور میری نظرون سے
غائب ہو گیا۔ اس نظارہ سے کون متاثر نہ ہوتا۔ مین متاثر ہوا مگر
اس سے زیادہ متعجب۔ یہ معاملہ کیا تھا۔ قصہ کیا تھا؟ لیلی انجدا مین
صحیح سُن رہا تھا، یا واہمہ نے صورتین اور مکالمہ پیدا کر دیا تھا؟ مگر مین
صحیح عرض کرتا ہون کہ جب مین اس باغ مین گیا ہون، نہ مین نجد کا
خیال کر رہا تھا۔ اور نہ لیلی کا نام میرے ذہن مین تھا۔ اس حیرت انگیز
واقعہ کی توجیہہ کرنے سے مین قاصر ہون، آپ اور آپ کے معزز
اخبار کے بیشمار ناظرین کی خدمت مین اس غرض سے پیش کرتا ہون
کہ اُسکے متعلق اپنی راے سے بذریعہ پیسہ اخبار کے مطلع فرمائین کیا
یہ ممکن ہے کہ سیکڑون برس کے بعد اُس سرزمین مین جسکا نام ہی
ہم مشرقیون کے دلون مین دو زندہ جاوید عاشق و معشوق کی یاد زیادہ
کر دیتا ہے کیا یہ ممکن ہے۔ مین ڈر ڈر کے کہتا ہون کیونکہ مین جانتا
ہون کہ میرے اس خیال پر لوگ میری ہنسی اُڑائینگے۔ مین کہتا ہون
کیا یہ ممکن ہے کہ اس سرزمین مین جو اس عجیب و غریب ڈرامے کی

تماشا گاہ رہی ہے، پھر وہ ایک طرف کھڑے ہوئے ہوں۔

۲۱ واقعہ متحیر و متعجب

انتخاب از میسہ اخبار مورخہ ۲۰-اپریل سنہ

۲۰-اپریل سنہ کا متحیر و متعجب، شاید اس کی توجیہ نہ کر سکے مگر ہمارے ناظرین کو کسی قسم کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام واقعات سے کما حقہ، واقف ہیں۔ صرف اتنا کہنا ہے کہ قیس دو دن ہوئے، دلی سے اپنے وطن جانے کے ارادے سے روانہ ہو چکا تھا۔ وہ ایک دن کے لیے لاہور بھی ٹھہر گیا، اور یوں ہی باغ حیوانات کی سیر کو چلا گیا تھا۔

باغ حیوانات سے متاثر و محزون اپنی جائے قیام پر آیا تو اُسے ایک اور تار کو ٹیلیگرام ملا، جو دہلی ہوتا ہوا یہاں آیا تھا۔

اس عرصہ میں میری طبیعت پھر اچھی نہیں رہی نقاہت بہت ہو گئی تھی، کل شب کو کوئی آٹھ بجے ڈاکٹروں نے میرے ہاتھوں کو Electric battery (برقی بیٹری) لگائی اس وقت تو ہاتھوں میں

بہت اینٹھن ہوئی اور تکلیف پہونچی، مگر اب حالت بہت بہتر ہے لیلی!"

ناظرین نے حساب لگا لیا ہوگا، یہ وہ رات تھی اور وہ وقت تھا جبکہ دہلی میں قیس سونا پر سے گر پڑا تھا اور اُس کے ہاتھ اینٹھنے لگے تھے

ڈاکٹروں نے اسوقت مرگی تشخیص کی تھی۔ معلوم ہوا علم طب اسوقت ہمارے زمانہ سے بھی زیادہ ترقی کر گیا تھا۔

(۹)

ریل کا اسٹیشن تھا، اُس شہر کا جو اُس خصوصیت کے لحاظ سے دنیا میں یگانہ ہے کہ یہاں ملت واحد رہتی ہے اور خدائے واحد کی پرستش کرتی ہے، جہاں انسان خدا کو خدا مانتا ہے اور اُس کے پر عظمت و پر ہیبت خیال کو سامنے رکھ کر خیال کو خیال کے سوا کسی اور چیز کو نہیں۔ اُسکے مقابل میں اپنے عاجز سر کو جھکاتا ہے، جہانتک پہونچنے جسے ایک دفعہ دیکھنے کی آرزو دنیا کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کو ہے، جسکے قریب پہنچ کے امارت و اسارت، حاجت و نعمت، علمیت و جہالت، اپنے ظاہری لباسوں اپنے بیرونی

رنگہائے پر الوان کو علیحدہ کر کے، ایک سفید، ایک بے داغ،
گویا اپنے تمنائے دلی (یعنی کاش اس کی طرح ہم بھی بے لوث و
بے داغ ہوتے) کو ظاہر کرنے والے لباس مین ملبس ہو کر، عقیدت
کے ولولے اور جوش کے غلغلے کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، جہان
مین نہین کہتا کہ گناہ نہین ہوتا، مگر جہان ارتکاب گناہ کی نیت سے
لوگ نہین جاتے، جس کی طرف خدا کو اپنے تئین سونپنے والا دنیا کے
کسی حصہ مین ہو، احترامًا منہ کرتا ہو، جہان موحدین کا قبلہ مسلمین کا کعبہ
ہے، جو صدقے ہو۔ سکۃ الحدید الحجاز کے اس موقف پر قطار آکر ٹھہری
مدیر الموقف جلدی سے اپنے ا[illegible] سے نکل کر انتظام و نگرانی
کے لیے باہر آکر کھڑا ہوا، قطار کی گاڑیون کی کھڑکیان کھلنی شروع
ہوئین، اور ان مین سے عقیدت و اخلاص کے جوش مین متوالی اپنی
منزل مقصود تک پہونچ جانے کی خوشی مین سراسیمہ، دنیا کے ہر حصہ
اور ہر زبان کے بولنے والی خلقت نکلنے لگی۔

اس خلقت کے ہجوم مین ہمارا قیس اور اسکا باپ بھی تھا۔

ہندوستان سے واپسی پر قیس کی حالت مین کوئی بہتری ظاہر

نہین ہوئی تھی۔ لوگون کو توقع تھی۔ اور اس توقع مین اُسکا بیچارہ۔ درماندہ حیران و پریشان باپ بھی شریک تھا کہ ہندوستان سے واپس آنے پر وہ (قیس) لیلی کا اس قدر گرویدہ نہ رہیگا۔ سفر اور غیر ممالک کے مناظر اس کو نئی دلبستگیان دکھائینگے نئی دلچسپیان سوجھائینگے، اور وہ لیلی کے نام کی اس قدر رٹ نہ لگائیگا۔ (قیس کے حصول مرام کی جہانتک اُس کے شفیق باپ سے ہوسکتا تھا اُسنے کوشش کی تھی۔ مگر لیلے کا مغرور، دولت اور عالی خاندانی کے نشہ مین سرشار، خاندان ان کوششون کو نہایت حقارت سے رد کر چکا تھا۔)

اُس کا باپ سمجھتا تھا کہ وہ اس قدر گرویدہ نہ رہیگا، مگر ہوا کیا؟ جسوقت وہ واپس آیا تو ایک ایسے انسان کی طرح جو بہت دنون تک بھوکا رکھا گیا ہو، اور پھر اُس کے سامنے عمدہ کھانا پیش کیا جائے، نتائج کی طرف سے بے پروائی کے ساتھ اُس نے لیلی سے ملنے کی کوشش کرنی شروع کی۔

جب اُس کے خطوط پے درپے وہان سے واپس آنے لگے، تو

اُس نے "العصر" قسیم[1] مین جو نجد کا سب سے بڑا اخبار تھا لیلیٰ کے لیے خطوط چھپوانے شروع کر دیے؛ وہ اپنی بیتابی اور بے صبری کو نہایت پُردرد الفاظ مین ظاہر کرتا تھا۔

(ل۔ کو ابھی اس مین اتنی عقل تھی کہ لیلی کا نام درج نہین کرتا تھا۔)

تمھارے قدمون تک میری جبین کا پہونچنا بجا، تمھارے حضور تک میرے نامہ یا ذرا مے بھی نہین پہونچتے! نہین پہونچنے دیے جاتے۔ تمھارے جو دو ایک مار کونیگرام مجھے ملے ہین اُنھون نے مجھے اِسکی ہمت دلائی ہے کہ مین تم سے تمھاری توجہات کی بدا اوست و ابقا کی التجا کرون۔ مگر عرصے سے وہ بھی بند ہین۔ کیا ایک ملک، ایک شہر مین رہکر مین خیریت مزاج کی خوشخبری سے بھی محروم رہون گا؟ آہ نجد مین رحم نہین رہا۔ نجد مین شاید ہو مگر تمھارے خاندان مین نہین۔

کچھ یہی ہوتا آیا ہے کہ محبت مین لوگ سمجھتے ہین کہ باقی دنیا کی آنکھین نہین، اور کوئی اُن کے راز کو نہین جانتا۔ اُنکی کیفیت کو دیکھ نہین سکتا۔

---

[1] نجد کا سب سے بڑا شہر۔

چنانچہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ کوئی اس اشتہار کے (سوائے لیلی کے) معنی نہ سمجھیگا!
نہ کسی کو یہ پتہ چلیگا کہ کسکی طرف سے ہے اور کسکے لیے ہے۔

مگر ان اشتہارون نے اسکی اور اُسکے ساتھ لیلی کے خاندان کی خوب
شہرت کی! وہ ظاہر ہے کہ ان کو پڑھ پڑھ کے آگ بگولا ہو گئے۔ اور
انھون نے "العصر" پر ازالہ حیثیت عرفی کے دائر کرنے کا تہیہ
کرلیا۔ لیکن لوگون نے بیچ مین پڑکر مصالحت کرا دی۔ ایڈیٹر نے نہایت لجاجت
سے معذرت خواہی کی اور اس بات کا یقین دلایا کہ آئندہ سے اس قسم
کے اشتہار کسی صورت مین نہ چھپینگے۔

یہ حالتین دیکھ کر اُسکا دل حیران تھا اور اُسے کوئی ترکیب نظر نہ آتی
تھی۔ لیلی کا خاندان اپنی طرف اڑا ہوا اُدھر قیس کی یہ کیفیت۔ بیچارہ
اپنے تئین ایک بڑی مصیبت مین مبتلا پاتا تھا۔ آخر اُس نے مذہب
کی طرف رجوع کی؛ اور اس امید پر کہ وہان پہونچکر قیس روبراہ ہوگا۔ اور
وہان اُسکے اصلاح مزاج کی دعا قبول ہوگی' وہ اپنے (دنیا کی نظر مین
دیوانے) بیٹے کو لے کر مکہ آیا۔

وہان آیا جہان ہر شخص اپنی عزیز ترین تمنا لیکر آتا ہے۔ جس در کے

سامنے، جس چھت کے نیچے، سب سے زیادہ صمیمی، سب سے زیادہ
دلی دعائیں مانگی جاتی ہیں، یا زیادہ صحیح یہ کہ ہر جگہ سے زیادہ قوی
امید اجابت کے ساتھ تخت سماوی کی طرف جاتی ہیں (ورنہ صمیمیت
تو دنیا کے ہر گوشہ میں فریاد طلب کر رہی ہے) وہاں وہ اُسے لیکر پہونچا
خود خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور قیس سے بھی کہا کہ اپنی قابل رحم حالت
سے نجات پانے کے لیے دست دعا اُٹھائیے.

اور قیس نے دست دعا اُٹھائے، اور انتہائے صمیمیت غایت
تضرع سے، اعماق دل سے نکلنے والی صدا سے دعا مانگی. مگر کیا وہ
وہی جو اُس نے سیکڑوں برس پہلے مانگی تھی، اور جو ہر قیس طبیعت
چاہے وہ کہیں ہو، اور کسی زمانے میں ہو مانگے گا.

میں جس مصیبت مبتلا ہوں، خدا کرے وہ کبھی نہ کم ہو.

۳۳۱۱
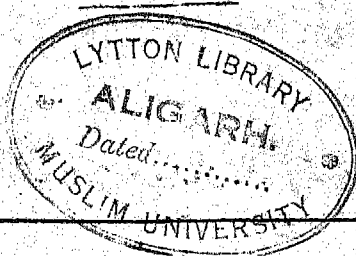
دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ارباب ذوق کی دلی خواہش کے مطابق جملہ کتابیں فراہم ہو جاتی ہیں تاہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری کوششیں ایک حد تک بار آور ہوئیں اور شعرا اردو اور مولفات کے باوجود اکثر و بیشتر مشہور و مقبول اور مستند کتابیں الناظر بک ایجنسی کے ذخیرہ میں ہر وقت موجود رہتی ہیں یا اسکے دفتر سے فراہم کر دی جاتی ہیں شعرا اردو کے عناصر اربعہ (جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے) کے علاوہ مرزا غالب مولانا ذکاء اللہ - حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی - مولانا عبد الحلیم شرر - منشی سجاد حسین اڈیٹر اودھ پنچ - پنڈت رتن ناتھ سرشار - نواب محسن الملک - مولوی چراغ علی - مولوی عبد الرزاق کانپوری - مولانا شہری - خلیفہ محمد حسین - مولانا اسلم جیراجپوری - منشی جوالا پرشاد برق - مولوی سید علی بلگرامی - مسٹر سید محمود - مولوی عبد اللہ العمادی - حکیم محمد علیخان اڈیٹر مرقع عالم - خواجہ حسن نظامی - ڈاکٹر اقبال - مولوی عزیز مرزا - خواجہ غلام الحسنین - حافظ عبد الرحمن امرتسری - مولوی بشیر الدین احمد دہلوی - مولوی فتحیاب عالم مارہروی - مفتی انتظام اللہ - حضرت نیاز فتحپوری - مولانا راشد الخیری - مولانا حامد علی صدیقی - جناب شوق قدوائی - مرزا محمد ہادی رسوا - حضرت سیماب اکبر آبادی - مولانا سید سلیمان ندوی - مسٹر ظفر عمر - مولوی ظفر علیخان - منشی پریم چند بی اے - مسٹر رام ایم اے - مسٹر سلطان حیدر جوش - حضرت ارشد تھانوی - مہاشے پرکاش دیو - مولوی رشید احمد انصاری - شیخ مشیر حسین قدوائی وغیرہ کی تقریباً مکمل تصانیف آپکو ایک کارڈ لکھنے پر فراہم کر دی جا سکتی ہیں - لہذا جملہ بہی خواہان اردو و شائقین کتب کو صلاے عام دیجاتی ہے کہ آئندہ اردو کی جو کتاب اُن کو درکار ہو اسکے لیے فوراً ہمارے پاس فرمائش بھیجیں کوئی کتاب موجود نہ ہوگی تب بھی منگا کر روانہ کیجائیگی -

نوٹ - وقتاً فوقتاً ہم فہرستیں شائع کرتے اور اخبارات میں اشتہار دیتے رہتے ہیں - نیز الناظر، کے سرورق پر ہر مہینے نئی فہرست شائع ہوتی ہیں جو صاحب چاہیں دیکھیں اور ضرورت جانیں تو فہرست منگا لیں -

خاکسار ظفر الملک علوی اڈیٹر الناظر لکھنؤ

سید سجاد حیدر صاحب کی دوسری کتابین

خیالستان۔ سید سجاد حیدر صاحب نے ترکی زبان سے واقف ہونیکے بعد اردو زبان میں ایک عجیب دلکش انداز تحریر کی بنیاد ڈالی اور ترکی علم ادب کا رنگ اپنی زبان مین پیدا کر دیا۔

یہ اون کے چودہ مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور شایع ہوے۔ اور اون کی انشاپردازی کا بہترین نمونہ ہین کتاب نہایت صفائی و پاکیزگی سے چھپی ہے۔

قیمت قسم اول مجلد باتصویر .... سے ؍

" قسم دوم (بے جلد) .... عہ

زہرا۔ ایک ترکی ناول کا ترجمہ جسکے مطالعہ سے ترکی طرز تحریر اور ترکون کی معاشرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ قیمت .... ۱۲؍

ثالث بالخیر۔ یہ بھی ایک ترکی ناول کا ترجمہ ہے۔ ترکون کی فسانہ نگاری خاص طور پر دلکش ہے۔ مترجم کی جدت طرازیون نے اُس کی دلکشی مین اور اضافہ کر دیا ہے قیمت ۸؍

مرزا پھویا۔ سجاد حیدر صاحب کی ایک دلچسپ نظم جو بزمانۂ طالبعلمی علی گڈھ مین کہی گئی تھی اور بہت مقبول ہوئی۔ قیمت .... ۱؍